پولیٹکس و اسلام

اور

برٹش گورنمنٹ اور رعایا اہل اسلام

ایک مدت سے جو پولیٹیکل (انتظامی یا ملکی) ایجیٹیشن (جوش) ہندوستان و پنجاب مین پھیل رہا ہے۔ اسکی نسبت ہم اسلام کی ہدایات اور راشد مسلمان رعایا کا عمل بیان کرنا چاہتے ہین۔ جب نیشنل کانگرس قائم ہوئی تھی اور اسکے کئی رسالے بھی شائع ہوئے۔ تو ہمنے ایک بسیط مضمون لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ گورنمنٹ کی غلطیون یا کوتاہیون پر اُسکو آگاہ کرنا وفادار رعایا کا فرض ہی اور رعیت ہونے کا لازمہ ہے مگر اس مین شرط انصاف جسکی ہدایت اسلام کرتا ہے یہ ہے کہ وہ آگاہی ادب و تعظیم سے ہو۔ نہ بے ادبی اور دریدہ دہنی سے وہ مضمون ہم نے سرسید کو (جبکہ وہ لاہور مین بتقریب جلسہ ایجوکیشنل کانفرس آئے اور ان کے لکچر لاہور مین ہوئے تھے) ملاحظہ اور مشورہ کے لیئے دیا تھا۔ اس مضمون کو اُنہون نے علیگڈھ پہنچکر واپس کیا اور مشورہ دیا کہ بالفعل اس کی اشاعت کو ملتوی رکھا جاوے۔ شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ کانگرس کے مقابلہ مین سرسید نے ایجوکیشنل کانفرس قائم کردی تو مسلمانون کا خیال اس طرف لگ گیا اور ان کے لیئے ایک مشغلہ* پیدا ہوگیا۔ اور نیشنل کانگرس مین مسلمانون

* اسمین یہ اشارہ ہے کہ ان کو ایک مشغلہ بیجا کے علاوہ اسلام و مسلمانون کو اس کانفرنس سے کچھ بھی فائدہ نہین ہوا۔ چنانچہ اس بات کو بہت سے اہل الرائے نے تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔

دسمبر سنہ ۱۹ء مین کانفرس کا جلسہ کراچی مین منعقد ہوا تو دور دراز ممالک کے ڈیڑھ سو اور بقول بعض بارہ سو اشخاص کے قریب اسمین شامل ہوئے۔ انہیں سے ایک گریجوائٹ (تعلیم یافتہ) مسلمان بیرسٹرایٹ لا سے مینے پوچھا کہ اس جلسہ مین شامل ہوکر دین اسلام و مسلمانون کا کونسا فائدہ محسوس و مشاہدہ کیا۔ وہ بولے جیسے بزرگون کے عرس کے میلے مین لوگ جمع ہوتے ہین تو اس میلے مین دور کے لوگون کی ملاقات ہوجاتی ہے ایسے ہی اس میلے کی شمولیت سے دور کے لوگون سے ملاقات ہوجاتی ہے کانفرس سرسید کی گویا مزار ہے اور جلسہ اُنکا عرس ہے اور حاضرین جلسہ زائرین اسکے سوا اور

(باقی بر صفحہ)

نے بہت تھوڑا حصہ لیا۔ لہذا ہم بھی اس مضمون کو بھول گئے۔

تھوڑے زمانہ سے کانگرس کی نئی رایت کی توجہ سے پولٹیکل ایجیٹیشن زیادہ ہوگیا ہے۔ تو پھر ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ کہ ناواقف مسلمانون کو اس ایجیٹیشن کی نسبت اسلام کے ہدایات سنادی جاوین۔ اور واقف کار راشد مسلمانون کے طریق عمل گورنمنٹ اور ناواقف مسلمانون کو اطلاع دیجاوے۔ تاکہ گورنمنٹ اسلام و مسلمانون کی طرف سے اس اندیشہ سے ہمیشہ کے لئے مطمئن رہے۔ جیسا کہ اب تک ہے۔ اور آیندہ ناواقف مسلمان ایجیٹیشن (جوش ظاہر کرنے والون) کی پیروی نہ کرین۔ اسلام کے پولٹیکل ہدایات و احکام کو اشاعۃ السنۃ جلد ۲ مین جو ۱۸۷۹ء مین شائع ہوچکا ہے ہم تفصیل نظائر سے بیان کرچکے ہین۔ اس مقام مین نظائر چھوڑ کر صرف بعض احکام بیان کرتے ہین۔ سو واضح ہو کہ ایک طرف تو اسلام نے اسلامی بادشاہون اور حاکمون کو یہ ہدایت کی ہے کہ وہ رعایا پر خواہ کسی مذہب و ملت کے ہون ظلم نہ کرین اور اس کی حق تلفی نہ کرین۔ اور دوسری طرف رعایا کو یہ حکم دیا ہے کہ سلاطین و ملوک خواہ انکی کتنی ہی حق تلفیان اور ان پر ظلم کرین وہ انکی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچین اور اس مصرعہ کو عمل پر لاتے رہین

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے۔ نہ زبان سے انکی توہین کرین نہ تلوار یا ہاتھ سے انکا مقابلہ کرین بلکہ وہ انکو ظلم پر بھی انکو راضی رکھین۔ ہان جو غلطی دیکھین اسپر ان کو ادب سے آگاہ کرین اور منت و خوشامد سے اپنے حقوق ان سے طلب کرین۔

فائدہ نظر نہین آیا۔ ایسا ہی ہمنے بہت سی تعلیم یافتہ اور سر سید کے معتقدون سے سنا ہے۔ حامیان کانفرس خصوصًا ہمارے پرانے دوست نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب سکرٹری۔ اگر اس کانفرس کا کوئی اور فائدہ بتادین تو ہم بھی اس کانفرس کے حامی و خادم بنجاوین۔

ہز ہائینس نواب صاحب والی ریاست خیرپور سندہ نے (جو اس جلسہ کے میزبان تھے) جس قدر روپیہ کانفرس کی دعوت و مہمانوازی مین صرف کیا ہے اگر وہ اس روپیہ کو کسی اسلامی مدرسہ یا کالج کی مذہبی تعلیم مین صرف کرتے تو اسکا فائدہ عام ہوتا۔ زایرین مزار سید جو صدہا روپیہ خرچ کرکے اس عرس مین شامل ہوئے ہین۔ اگر اسی روپیہ کو سرسید کیطرف سے علیگڈہ کالج کی مذہبی تعلیم مین شامل کردیتے تو انکی روح کو ثواب پہنچانیوالے بنتے۔ گذشتہ را صلوۃ آیندہ را حذر ہی کوئی سمجھے۔

[illegible]

قسم اول کے احکام و ہدایات

(۱) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

(۱) ابن عمر رضہ صحابی نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عام لوگوں کا سردار اُن کا نگہبان ہوتا ہے۔ اور اس کو رعیت کی بابت سوال ہو گا۔

(۲) عن معقل سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من عبد یسترعیہ اللہ رعیۃ فلم یحطھا بنصیحۃ الالم یجد رائحۃ الجنۃ متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

(۲) معقل صحابی نے کہا کہ مین نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا کہ کوئی ایسا بندہ نہو گا۔ جسکے سپرد کوئی رعیت ہوگی اور وہ اُسکی خیر خواہی نکریگا۔ مگر وہ بہشت کی خوشبو نہ پاوے گا۔

(۳) عن عائذ بن عمرو سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول شر الرعاء الحطمۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۱۲)

(۳) عائذ ابن عمرو صحابی نے کہا کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا بد ترین سردار بادشاہ وہ ہین جو رعایا پر ظلم کرتے ہین۔

(۴) عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ ایاک وکرائم اموالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا وبین اللہ حجاب متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۱۲۷)

(۴) ابن عباس رضہ صحابی نے کہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ کو (گورنر ممالک یمن بنا کر بھیجا تو یہ) فرمایا کہ ان کے اچھے مال (اونٹ بکریان وغیرہ) زکوٰۃ مین لینے سے بچیو۔ اور مظلوم کی بد دعا سے بچیو اس کی بد دعا اور خدا تعالیٰ مین کوئی روک و پردہ نہو گا۔

(۵) عن عقبۃ بن عامر قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم لا یدخل الجنۃ صاحب مکس یعنی الذی یعشر الناس رواہ احمد مشکوٰۃ ص ۳۱۳۔

(۵) عقبہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (نا واجب) ٹیکس لینے والا بہشت مین داخل نہ ہو گا۔

(۶) عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم ان احب الناس الی الله یوم القیٰمۃ واقربہم منہ مجلسًا امام عادل وان ابغض الناس الی الله یوم القیٰمۃ واشدھم عذابًا وفی روایۃ وابعدھم منہ مجلسًا امام جائر رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۳۱۶

(۶) ابو سعید خدری نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب لوگون سے خدا کا زیادہ پیارا اور زیادہ قریب درجہ مین بیٹھنے والا عادل سردار ہوگا۔ اور سب سے بڑھکر ناپسندیدہ اور سخت عذاب مین مبتلا یا خدا سے بہت دور بیٹھنے والا۔ ظالم سردار ہوگا۔

(۷) عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدّہٖ قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم لا تؤخذ صدقاتہم الا فی دوارھم رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ ص ۱۴۹

(۷) عمرو بن شعیب کے دادا صحابی نے کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے لوگون سے مال زکوٰۃ اُن کے گھرون مین جا کر لو لینے اپنے ہیڈ کوارٹر مین انکو ادا کرنے کے معاملہ کے لئے تکلیف نہ دو (ہماری برٹش گورنمنٹ کا اس حکم نبوی کے مطابق عمل ہے۔ نمبرداروں کے ذریعہ۔ جو سرکاری ملازم ہین اور پنجوترہ پاتے ہین۔ معاملہ لوگون سے وصول کیا جاتا ہے۔ لوگون کو تحصیل مین نہین بلایا جاتا)۔

(۸) عن ابی شماخ عن ابن عم لہٗ سمعت رسول الله صلی الله علیہ وسلم یقول من ولی من امر الناس شیئًا ثم اغلق بابہٗ دون المسلمین او المظلوم او ذی الحاجۃ۔ اغلق الله دونہ ابواب الرحمۃ۔ رواہ البیہقی (مشکوٰۃ ص ۳۱۶)

(۸) ابو شماخ کے عم زاد بھائی صحابی سے روایت ہے۔ کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص لوگون کا سردار بن جاوے پھر وہ انکی عرض معروض یا مظلوم کی فریاد رسی سے دروازہ بند رکھے خدا تعالےٰ اس سے رحمت کا دروازہ بند کریگا

ہدایات و احکام قسم دوم

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله

(۱) ابو ہریرہ صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلی الله علیه وسلم من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی متفق علیه (مشکوٰة ص۳۱۱)

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من رای من امیره شیئا فلیصبر متفق علیه مشکوٰة ص۳۱۱-

(۳) عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انکم سترون بعدی اثرة وامورا تنکرونها- قالوا فما تامرنا یا رسول الله؟ قال ادوا الیهم حقهم وسلوا الله حقکم متفق علیه مشکوٰة ص۳۱۶

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی جس نے امیر کی نافرمانی کی اُسنے میری نافرمانی کی۔

(۲) ابن عباس صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسند امر دیکھے وہ صبر کرے

(۳) ابن مسعود صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے بعد تم دیکھو گے کہ امراء اپنے حظوظ نفس کو مقدم کرین گے ایسے ہی اور امور جنکو تم پسند نہ کرو گے انہوں نے عرض کیا کہ اس صورت مین آپکا کیا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا تم اُن کا حق اطاعت ادا کرو۔ اور اپنا حق خدا تعالےٰ سے طلب کرو۔

(۴) عن جریر ابن عبد الله قال جاء ناس من الاعراب الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا ان ناسا من المصدقین یاتوننا فیظلموننا فقال ارضوا مصدقیکم قالوا وان ظلمونا قال ارضوا مصدقیکم وان ظلمتم رواه ابو داؤد (مشکوٰة ص۱۴۹)

(۴) جریر صحابی نے کہا ہے۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمال و حکام کی شکایت لے کر آئے کہ وہ زکوٰۃ لینے مین ہم پر ظلم کرتے ہین۔ آپنے فرمایا تم ان کو خوش کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ ظلم کرین تو بھی آپ نے فرمایا اگرچہ وہ ظلم کرین تم اُن کو خوش کرو۔

(۵) عن جابر بن عتیك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سیاتیکم رکیب مبغضون فاذا جاؤکم فرحبوا بهم وخلوا

(۵) جابر بن عتیک صحابی نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تمہارے پاس ایسے سوار زکوٰۃ لینے کو آئین گے

بینہم وبین مایبتغون فان عدلوا
فلانفسہم وان ظلموا فعلیہم وارضوہم
فان اتمام زکوتکم رضاہم مشکوۃ ص۱۵۴

جو تم کو اچھے نہ لگین گے۔ جب وہ آئین
تم اُنکو ویلکم (مرحبا) کہو۔ اور جو مال وہ زکوۃ
مین لینا چاہین لینے دو۔ وہ عدل و انصاف
کرین گے تو اُن کو ثواب ہوگا ظلم کرین گے تو اسکا وبال ان پہ پڑے گا۔ تم ان کو راضی
کردو۔ تمہاری زکوۃ کا پورا ہونا انکو راضی کرنے سے ہے۔

(۶) عن زیاد ابن کسیب العدوی قال
کنت مع ابی بکرۃ تحت منبر ابن عامر
وھو یخطب وعلیہ ثیاب رقاق فقال
ابوبلال انظروا الی امیرنا یلبس ثیاب
الفساق فقال ابوبکرۃ اسکت سمعت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من
اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ
اللہ رواہ الترمذی (مشکوۃ ص۳۱۳)

(۶) زیاد صحابی سے نقل ہے کہ مین ابن
عامر (حاکم وقت) کے منبر کے نیچے تھا جب وہ
خطبہ پڑھ رہا تھا۔ اور اس کے کپڑے باریک
تھے ابوبلال نے اتنا کہا کہ ہمارے امیر کو
دیکھو۔ فاسقون (گنہگارون) کے سے
کپڑے پہن رہا ہے۔ ابوبکرہ صحابی نے
کہا چپ رہ۔ مین نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے۔ کہ جو شخص بادشاہ
کی اہانت کرتا ہے۔ خدا اُس کی توہین کرتا ہے۔

(۷) عن ابن عمر قال ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم قال السلطان ظل اللہ فی الارض
یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذا
عدل کان لہ من الاجر وعلی الرعیۃ الشکر
واذا جار کان علیہ الاصر وعلی
الرعیۃ الصبر رواہ البیہقی
(مشکوۃ ص۳۱۵)

(۷) ابن عمر صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے۔ کہ بادشاہ وقت زمین مین
خدا کا سایہ ہے۔ مظلوم بندگان خدا
اسکی پناہ مین ہوتے ہین۔ پھر جب بادشاہ
عدل کرتا ہے۔ خداتعالے اسکو اجر دیتا
ہے۔ اور رعیت پر اُسکا شکر واجب ہے
اور جب وہ ظلم کرتا ہے اسپر اسکا بوجھ ہوتا ہے
اور رعیت پر صبر واجب ہوتا ہے (یعنے نہ اُن کا مقابلہ و مخالفتِ حکم)۔

(۸) عن ابی سعید قال قال رسول اللہ

(۸) ابوسعید خدری صحابی نے کہا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر مشکوٰۃ ص ۳۱۴

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر جہاد* ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہدینا ہے (یعنے ادب سے نہ توہین سے) جبر کی مخالفت نمبر ۶ مین ممانعت آچکی ہے۔

حکم وہدایات مشترک قسمین

(۱) وعن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی یقول انا اللہ لا الہ الا انا مالک الملوک وملک الملوک قلوب الملوک فی یدی وان العباد اذا اطاعونی حولت قلوب ملوکھم علیہم بالرحمۃ والرافۃ وان العباد اذا عصونی حولت قلوبہم بالسخطۃ والنقمۃ فساموھم سوء العذاب فلا تشغلوا انفسکم بالدعاء علی الملوک ولکن اشتغلوا انفسکم بالذکر والتضرع کی اکفیکم ملوککم رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ (مشکوٰۃ ص ۳۱۰)

(۱) ابو درداء صحابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے مین وہ اللہ ہون جس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہین مین بادشاہون کا مالک ہون۔ اور ان کا بادشاہ ہون۔ بادشاہون کے دل میرے ہاتھ مین ہین بندے جب میری فرمانبرداری کرتے ہین۔ تو مین بادشاہون کے دل ان کے حق مین نرم اور رحیم کردیتا ہون۔ اور جب وہ نافرمانی کرتے ہین۔ تو مین ان کے دل سختی اور غصہ والے کردیتا ہون۔ اور وہ انکو بڑا عذاب چکھاتے ہین۔ تم ان کے حق مین بددعائیں نکرو۔ مجھے یاد کرو۔ اور عاجزی کرو۔ مین ان کے دلون کو سنبھال لونگا۔

ہر چند یہ ہدایات مسلمان بادشاہون اور ان کے مسلمان رعایا کے خطابات ہین ہین۔ اور وہی ان کے مورد نزول اور محل خطاب ہین۔ مگر ان ہدایات کے الفاظ عام ہین

* جہاد اسلام مین ایک رکن عظیم مانا جاتا ہے مگر وہ ڈیفنسیو (مدافعت کے لئے) ہوتا ہو نہ آفنسیو یعنی قتال اور جبراً مسلمان بنانے کے لئے ہو دیکھو جلد ۱ رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد اردو فارسی انگریزی)

وہ اپنی عموم سے مسلمانون کے بادشاہان غیر مذاہب اور شاہان اسلام کی رعایا غیر مسلم کو بھی شامل ہین۔ اور پریکٹیکلی (عملی) قرار داد شاہان ورعایا شاہان غیر اقوام بھی اس امر کا مجوز ہے۔ کہ غیر اسلامی بادشاہون کی رعایا اہل اسلام کے لئے بھی یہی ہدایات واجب العمل ہین۔

پہلے صدر اول (زمانہ رسالت اور خلافت راشدہ) کو دیکھین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین مسلمانون نے مکہ معظمہ مین مشرکین کے ہاتھ سے تکلیفین پائین تو بیاسی مسلمان مرد و زن نے جنمین خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر حضرت عثمان رضی اور ان کے حرم محترم رقیہ لخت جگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جعفر طیار رض خلف اکبر رشید ابوطالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ مکہ معظمہ سے ہجرت (ترک وطن) کرکے حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نامی کی سلطنت مین پناہ گزین ہوئے۔ اور اسکے فرمانبردار رعایا بن گئے۔ اور کبھی کسی مسلمان نے احکام سلطنت سے سرکشی وبغاوت نہ کی۔

سلطنت غیر مین رہ کر اور رعایا بن کر احکام سلطنت کی اطاعت سے مسلمانان صدر اول کا سرکشی کرنا کجا غیر مذہب کے لوگون سے صرف امن جتا کر راستہ چلنے والے مسلمانون کے لئے بھی ایسے فعل نقض امن وبغاوت کو اسلام نے جائز نہین رکھا۔ بطور نظیر صرف ایک واقعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہؓ نے جو آخر مسلمان ہو کر بڑے صحابی بن گئے۔ اپنے ملک کے ایک قبیلہ ثقیف کے چند آدمیون کے ساتھ مل کر مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس پہنچے۔ وہان ان لوگون کی خاطر و مدارات ہوئی۔ اور مغیرہ کو کچھ نہ ملا۔ راستہ مین آکر انہون نے مے نوشی کی۔ جب وہ بیہوش ہو گئے۔ تو مغیرہ نے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور ان کا مال لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ اور اسلام کا اظہار کیا۔ اور وہ مال بھی پیش کر دیا۔ تاکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی نسبت اپنی رائے کے مطابق عمل کرین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو ہمنے قبول کیا۔ مگر اس مال سے ہمکو کوئی تعلق نہین۔ کیونکہ یہ مال غدر ہے۔ اس حکم وفیصلہ مین بانی اسلام نے بطور (قاعدہ کلیہ) یہہ فیصلہ کر دیا ہے کہ کسی غیر مذہب شخص یا قوم کو امن جتا کر اسکے ساتھ رہنا یا ملکر چلنا پھر اسکے

مال یا جان سے تعرض کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص کسی غیر مذہب سلطنت کے ماتحت رہ کر اور اسکے رعایا کہلا کر اسکی مخالفت یا بغاوت کرے۔

یہ عمل مسلمانان ماتحت سلاطین و مساکنین غیر اسلامی سلطنت ہے اب عمل سلطنت اسلام کا اپنی رعایا غیر اقوام کے ساتھ ملاحظہ کرو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہو جانے اور پورا تسلط پا لینے کے بعد اور آپ کے خلفاء راشدین اپنے ماتحت رعایا غیر اقوام کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو اپنے ہم مذہب رعایا سے کرتے۔ ان کے معابد صومعے اور گرجے نہ گراتے۔ بلکہ انکی حفاظت بھی ویسی ہی کرتے جیسے اپنے مساجد و معابد کی کرتے۔ یہ حکم ان کو قرآن نے خود دیا ہے چنانچہ ارشاد

> وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا (الحج رکوع ۶)

ہوا ہے۔ خدا تعالے لوگوں کو ظالموں سے روکنے کے لیے لڑائی کا حکم نہ دیتا تو نصاریٰ کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کے مساجد جن میں خدا تعالے کا نام بہت لیا جاتا ہے گرائے جاتے۔

اسی حکم کے مطابق آنحضرت نے اور اُن کے خلفاء راشدین نے اپنی رعایا یہود و نصاریٰ کے صومعے اور گرجے جنمیں وہ خدا تعالے کی عبادت کرتے باقی رکھے جیسکہ مسلمانوں کے معابد و مساجد۔

اسلامی حکومت میں ایک یہودی یا نصرانی کے ساتھ مقدمات عدالت میں ویسا ہی سلوک کیا جاتا تھا جیسا کہ ایک مسلمان کے ساتھ۔ صدر اول کے بعد سے اسوقت تک سلاطین اسلام (شاہان سلطنت عثمانی حضرت سلطان المعظم۔ شاہ امیران۔ شاہ بخارا۔ شاہ افغانستان وغیرہم) اپنی غیر اسلامی رعایا کے حقوق اور انکے معابد کی ویسی نگہداشت کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسکہ مسلمانوں کے حقوق و مساجد کی۔

مسلمان فرمانروایان ہندوستان (خصوصاً اورنگ زیب شاہ عالمگیر۔ و سلطان محمود غزنوی) پر جو مخالفین اسلام ہندو و آریہ وغیرہ یہ الزام سراپا اتہام قایم کرتے ہیں کہ انہوں نے رعایا غیر اقوام کے ساتھ واجبی مساواۃ کو مرعی نہیں رکھا بلکہ ہندوؤں کو جبراً مسلمان و مختون کیا۔ اور انکے معابد کو گرایا۔ اسکے جواب میں ہم اس مضمون میں تفصیلی اور تاریخی بحث کرتے گر اخبار وطن جلد ۷ مطبوعہ و مشتہرہ سنہ ۱۹۰۷ء کے نمبر ۱-۳ وغیرہ میں اس

بر کافی بحث ہو چکی ہے جو لوگ شائق وطالب تفصیلی بحث کے ہوں وہ وطن ۱۹ اراگست ۱۹۰۷ء اور اسکے مابعد کے چند پرچے ملاحظہ کریں وہ ان نمبروں کو ملاحظہ کرنے سے یقین کرینگے کہ متعصب ہندوؤں وغیرہ نے جو کچھ کہا ہے اس میں تعصب و نا انصافی سے کام لیا ہے

ہم اس مقام پر بطور نظیر دو اسلامی سلطنتوں موجودہ زمانہ حال کو پیش کرتے ہیں جنکی عملی اور مرعی مساواۃ کو کتب تواریخ میں تلاش کرنا نہیں پڑتا بلکہ بحکم عیاں راچہ بیان انکا حال روزانہ وہفتہ وار و ماہوار رسائل وملکی اخبارات یوروپ وایشیا کے ناظرین کے لئے محتاج بیان نہیں۔ ان میں سے ایک فخر دین وعزت اسلام حضرت سلطان المعظم ہیں۔ دوسرے ضیاء الملۃ والدین وقوت الاسلام و المسلمین ہز مجسٹی امیر افغانستان خلد اللہ ملکھما ہیں۔ حضرت سلطان المعظم کے ماتحت جسقدر یہود و نصاریٰ رعایا اور رؤسا یاست ہا آباد ہیں وہ سب کے سب مسلمان رعایا اور رؤسا ماتحت کے مساوی حقوق پاتے ہیں۔ یہودیوں کے قدیم معبد بیت المقدس کی حضرت سلطان المعظم ویسی ہی تعظیم وتکریم کرتے ہیں جیسے کعبہ ابراہیمی بیت الحرام کی تعظیم وتکریم۔ رعایا ورؤسا یہود ونصاریٰ ماتحت کے حقوق میں ذرا سی بھی نا مساوات کسی مخالف اسلام کے وہم وگمان میں آتی ہے تو یورپ کی سلطنتیں اور اخبار شور وغل مچا کر آسمان وزمین کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ جسکے جواب میں اسلامی اخبار اور سلطنت کے حامی اعیان وارکان ثابت کردکھاتے ہیں کہ حضرت سلطان المعظم سر موئے قاعدہ مساواۃ سے انحراف نہیں کرتے اس امر کا ثبوت بھی اخبار وطن لاہور وکیل امرتسر وغیرہ اسلامی اخباروں میں مفصل پایا جاتا ہے۔ حضرت سلطان المعظم کی معمولی مساواۃ پر اس سے بڑھکر اور کیا دلیل چاہیئے کہ غیر اسلامی سلطنتوں کی رعایا اپنے اوطان چھوڑ کر اس سلطنت کیطرف جوق جوق چلے آرہے ہیں۔ خصوصاً اسوقت سے کہ حجاز ریلوے کھلی ہے ہز مجسٹی شاہ افغانستان نے ہندوستان کے سیر وسیاحت میں اپنے معمولہ قاعدہ مساواۃ کو بذات خود مشاہدہ کرا دیا ہے۔ آپنے جو سلوک ہندوستان کے مساجد و اسلامی مشاہد سے کیا وہی ہندوؤں کے مشاہد ومعابد سے کیا اور اپنے دربار روز عید میں بمقام دہلی جیسے مسلمان رؤسا وعمائد کو مدعو کرکے اعزاز بخشا ویسے ہی ہندوؤں کے رؤسا واکابر کو ممتاز کیا اور اپنی زبان فیض ترجمان در افشان سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ ہمارے دار السلطنت

کابل کے دربار میں ناٹھ ستر ہندو بھی شرف یاب ہوتے ہیں جیسے مسلمان مشرف و ممتاز ہیں۔

اسلام کی یہ ہدایت ہے اور اسلامی بادشاہان سلف اور زمانۂ حال کا ہدایت اسلام کے مطابق یہ دستور العمل ہے۔ تو اس سے گورنمنٹ اور پبلک کو یقین ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیئے کہ جو تعلیمیافتہ پارٹی میں تھوڑے عرصہ سے اپنے حقوق طلب کرنے میں پولیٹیکل جوش پھیل رہا ہے۔ اور اس حقوق طلبی میں ادب و تعظیم کا خون کیا جاتا ہے۔ یہہ اسلام کی ہدایت اور مسلمانوں کے اصول مذہب کے بالکل مخالف ہے یہی وجہ ہے کہ جو مسلمانوں میں مذہبی لیڈر (رہنما) ہیں اور اصول و ہدایات اسلام سے واقف اور عمل میں ان کے پابند ہیں ان میں سے اس جوش میں کوئی ایک شخص بھی شامل نہیں ہوا اور قلم یا زبان سے اسنے اس جوش کا حصہ نہیں لیا زیادہ تر اس جوش کے بانی مبانی تعلیمیافتہ ہندو ہیں اور مسلمانوں سے کوئی ان کا ہمصفیر اور شریک ہوا ہے تو وہی جو نہ تو اصول مذہب اسلام سے واقف تھا نہ عمل کے ساتھ انکا پابند۔

اس بیان سے اس اجیٹیشن کے پیدا ہونے کا ایک بڑا قوی اور مؤثر سبب بھی ظاہر ہوگیا کہ وہ ہندوستان میں یوروپ کی طرز پر مغربی تعلیم کی اشاعت ہے جسکے خطرناک اثر اور مضر نتیجہ کو مشاہدہ کرکے اسکو اس مصرع سے مخاطب کرسکتے ہیں ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اس تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے دو ڈبل غلطیاں ہوئی ہیں جنکا بیان حسب ہدایت حکم نمبر ۸ منجملہ احکام قسم دوم ہمارا مذہبی و منصبی فرض ہے جو بموجب حکم نمبر ۶ منجملہ احکام قسم دوم کمال ادب سے بیان کی جاتی ہیں۔

پہلی غلطی یہہ کہ گورنمنٹ نے ہندوستان میں مغربی تعلیم پھیلانے میں ہندوستان کا یورپ پر قیاس کیا اور جو ہندوستانیوں اور یوروپین کے دل و دماغ میں اور اس ملک کی آب و ہوا میں نیچرل فرق تھا اسکا کچھ لحاظ نہ لیا اور یہہ نہ سوچا کہ جو اکثر ایجادی اور صناعتی کام یوروپین کرچکے اور کر رہے ہیں اور انکی وجہ سے انکے دل و دماغ سرکاری نوکری کے خیال سے مستغنی اور خالی ہیں۔ وہ کام اکثر ہندوستانی دل و دماغ نہ کرسکینگے اور اگر کوئی کر بھی سکیگا تو ہندوستانی آب و ہوا ان کاموں کو پورا نہ ہونے دیگی۔ ان کاموں میں سے قدر قلیل بطور تمثیل ذکر کیا جاتا ہے۔

روئی ۔ سَن ۔ ھڈی ۔ سینگ ۔ چمڑہ وغیرہ اشیا ، ہندوستان سے کوڑیوں کے مول خرید ہوکر یورپ میں جاتے ہیں اور وہاں کی آب و ہوا سے رنگ و روپ پاکر وہ پھر اسی ہندوستان میں آکر روپیوں سے فروخت ہوتے ہیں انکا ہندوستان میں یہ رنگ و روپ پانا ناممکن ہے ۔ ممکن ہوتا تو یورپ کے صناع ان چیزوں کی ساخت کے کارخانے کیوں اسی ملک میں نہ کھول دیتے اور اپنی ولایت میں انکا مواد لیجانے میں ہزاروں لاکھوں روپیہ کا نقصان کیوں برداشت کرتے جیسے بعض اشیا ، ہندوستان (اُون وغیرہ کے سامان دکمبل و قالین وغیرہ تیار کرنیکے واسطے اسی ہندوستان میں ان کے کارخانے جاری ہیں اور بعض ہندوستانی طباع جنہوں نے کئی یورپین مشینوں کے کارخانے پارچہ بافی وغیرہ ہندوستان میں جاری کر رکھے ہیں وہ سب کچھہ یہاں کیوں نہ کر دکھاتے ۔

بمبئی کلکتہ وغیرہ میں کپڑے کی مشینیں جاری ہیں کاغذ بنانے کے کارخانے کھلے ہوئے ہیں ۔ مگر جو سفیدی پارچات یوروپ کی دھلائی میں اور جو صفائی یورپ کے کاغذمیں پائی جاتی ہے وہ ہندوستانی کپڑے اور کاغذ میں پائی نہیں جاتی وعلے ہٰذالقیاس ۔ اسیوجہ سے ہندوستانی بعض جنٹلمین نئی تعلیم کے دلدادہ علاقہ علیگڈہ اپنے پارجات دھلوانے کے لیئے پیرس بھیجتے رہے ہیں ۔ یہ تفارق یورپین دل و دماغ اور یوروپ کی آب و ہوا کا صاف یقین دلا رہا ہے کہ گورنمنٹ نے ہندوستان کا قیاس یوروپ پر قیاس مع الفارق کیا اور اس میں دہوکھہ کھایا ہے ۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے اکثر گریجویٹ جو مغربی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان صنائع و ایجادات و تجارت کو (جو یورپین تعلیمات کا مد نظر رکھتے ہیں) اس تعلیم سے پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ وہ اس سے صرف سرکاری نوکری کرنا اور سرکاری حکومت کے اختیارات حاصل کرنا پیش نظر رکھکر شرکاء حکومت و سلطنت بننا چاہتے ہیں ۔ ان کا یہ خیال (سودائے محال) انکو اپنے قدیم و آبائی کسب و تجارت اور پیشوں زراعت نجاری معماری لوہاری وغیرہ سے بھی روک لیتا ہے ۔ اور سرکار کے ہاتھ مین اسقدر نوکریاں نہین ہوتیں ۔ جسقدر تعلیم یافتہ پیدا ہوتے چلے جاتے ہین سرکاری نوکریان ہمیشہ محدود ہوتی ہیں ۔ اور یہ لوگ حشرات الارض کی طرح غیر محدود ہوتے چلے جاتے ہین ۔ اور جب کہ ادہر سے نوکری نہ ملی اور ادہر سے اپنے قدیم کاموں دکانداری نجاری معماری کو اختیار کرنے سے عار دامنگیر ہوئی ۔ تو اکثر لوگوں کو صرف شغل بیکاری رہتا ہے ۔ اور یہ شغل مشہور

وسلم ہے۔ کہ مرد بیکار یا دزد یا بیمار ٭

دار انجا کہ دزدی۔ ایک غیر مہذبانہ طریق ہے۔ اور وہ لوگ مغربی تعلیم پاکر کوٹ پتلون پہنکر مہذب بن چکے ہوئے ہیں۔ لہذا بجائے چوری و ہسینہ زوری مگر نہ بزور شمشیر بلکہ بزور قلم و زبان اختیار کر لیتے ہیں۔ اس اختیار کے استعمال و اظہار کے لئے وہ عموماً دو طریق اختیار کر لیتے ہیں۔ ایک طریق پیشہ وکالت۔ دوسرا اجرائے ملکی اخبارات ٭

جو لوگ گریجوایٹ (ایم۔ اے۔ بی۔ اے) یا انڈر گریجویٹ (ایف اے انٹرنس پاس کہلاتے ہین وہ یورپ میں پہنچکر بیرسٹری کا یا ہندوستان میں رہکر پلیڈری کا امتحان پاس کر کے قانون میں کافی دستگاہ پیدا کر لیتے ہیں اور اپنی طلاقت لسانی اور خوش بیانی سے قوم اور حکام کی نگاہوں میں (رعب داب) پیدا کر کے اور کافی سے زیادہ روپیہ جمع کر کے واقعی سرکار حکومت بنجاتے ہیں اور اپنی جادو بھری تقریر دنسے سچوں کو جھوٹا اور جھوٹوں کو سچا بنا کر واقعی ملزموں کو عدالتوں سے چھوڑا لاتے ہیں۔ اور بے جرموں کو جیلخانوں میں پہنچاتے ہیں۔ اس عروج سے ان کا وہ خیال شرکت حکومت و سلطنت اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ یہ چاہتے ہین۔ کہ اجنبی قوم کے حکمرانوں کو اپنے ملک سے باہر نکال دین۔ اور خود مستقل حکومت حاصل کرین۔ وہ اسی خیال میں ایجیٹیشن میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ خیال صرف انہیں لوگوں کو پیدا ہوتا ہے۔ جو اس مغربی تعلیم کے ساتھہ کسی مذہب آسمانی کے (جو حکام وقت کی اطاعت کو واجب اور موجودہ سلطنت (مخالف مذہب ہی کیوں نہ ہو) کی بغاوت کو حرام بتاتا ہو جیسا کہ اسلام ہے) معتقد و پابند نہیں ہوتے۔

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم میں اس رتبہ کو نہیں پہنچتے معہذا وہ کوئی نہ کوئی امتحان مختاری یا وکالت حاصل کر کے بقول مسٹر ایس ایس تھاربرن سابق کمشنر راولپنڈی (جو رائل کالونیل انسٹی ٹیوٹ لنڈن کے جلسہ ۱۱ر فروری ۱۹۰۸ء میں انہوں نے کہا ہے) کہ ہر ایک دیوانی عدالت ان بھوکے وکیلوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو بیہودی مقدمات سے قلیل معاش پیدا کرتے ہیں" بھوکے رہتے ہیں۔ وہ اپنی بھوک کو مٹانے اور قوم کو اپنا خیر خواہ ہونا جتانے اور دارو گیر حکام کے وقت قومی شہید کہلانے کی غرض سے اس ایجیٹیشن میں حصہ لیتے ہیں۔ ان میں سے بھی وہی شامل ہوتے ہیں۔ جو کسی آسمانی مذہب کے (جو بغاوت سلطنت سے روکے) پابند نہیں ہوتے ٭

اور جو لوگ اس مغربی تعلیم سے اس درجہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور صرف ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان جانتے ہیں۔ اور کوٹ پتلون پہنکر اور نشست برخاست میں اوضاع یورپین اختیار کرکے یورپین بنے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی اردو یا انگریزی اخبار نکالکر اسکے ذریعے ملک میں ایجٹیشن پھیلاتے ہیں۔ اور قومی شہید بننا چاہتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے اپنی روٹی کما کھاتے ہیں۔ جنکو روٹی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ ملے وہ اخبار نکال کر اسمین جو چاہے سچ جھوٹ چھاپکر اسکو سیدھی کر کے ایڈیٹران اخبار اور لیڈر (رہبر) کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ علمار مذہب کے ہادی و رہنما لہذا یہ دونوں فریق راستی پر ہوں۔ اور دنیا میں امن و راستی قائیم کرنا چاہیں۔ تو ان کے برابر امن و راستی قائیم ہونے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔ اور اگر یہ دونو ٹیڑھے ہو جائیں۔ اور دنیا مین بدامنی و ناراستی پھیلانا چاہیں۔ تو انکے برابر ملک میں بدامنی و گمراہی پھیلانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔*

ہمارے اس بیان سے صاف عیان ہے۔ کہ ہندوستان میں مغربی تعلیم کو یوروپ کی طرز پر پھیلانا اور ہندوستانیوں کو یوروپین بنانا گورنمنٹ سے ایک ایسی غلطی ہوئی ہے۔ جس کا بحکم "خود کردہ را چہ علاج" کوئی علاج نہیں ہے۔*

دوسری غلطی۔ (جو قابل علاج ہے) اس مغربی تعلیم کی اشاعت میں گورنمنٹ سے یہ ہوئی ہے۔ کہ اس تعلیم سے گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو علیحدہ اور خارج کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہی تعلیم یافتہ لوگون مین عموماً آزادی پھیلتی جاتی ہے۔ گورنمنٹ نے مذہبی تعلیم کو اپنی سکیم سے خارج اور علیحدہ کرنے میں یہ فائدہ سوچا ہوگا کہ مذہبی تعصب جو ہندوستان کے مختلف اقوام ہندو و مسلمان وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ مذہبی تعلیم سے پیدا ہوتا اور قائیم رہتا ہے۔ وہ دور ہوگا۔ اور اس تعلیم کے اٹھہ جانیسے ہندوستان ترک مذہب کی نظر سے یوروپ کی مانند ہو جائیگا۔ اور اس سے سلطنت کو جو ان اقوام سے مذہب میں مخالف ہے۔ استحکام ہوگا۔ اور شاید یہ نہ سوچا کہ یوروپ میں ایک نیشن ایک قوم ہے۔ لہذا اس میں مذہب رہا۔ تو سب کا رہیگا۔ اٹھہ گیا تو سب کا اٹھہ جائے گا۔ بخلاف ہندوستان کے کہ اس میں جتنی قومین ہیں۔ اتنی ہی مذاہب ہیں۔ جو سب کے سب آپس میں متقابل اور رقیب ہیں ان میں سے ایک میں ضعف رہے گا۔ تو دوسرا سر اٹھائیگا جس سے پھر اس ایک کو سر اٹھانے کا سامان کرنا پڑیگا۔ اس کمپٹیشن (مقابلہ) کے ساتھہ مذہب کا ہندوستان سے اٹھہ جانا ایک

ناممکن امر ہو جائیگا۔*

اگر اس خیال کے مقابلہ میں کسیکا یہ خیال ہو۔ کہ آخر گورنمنٹ کی پالیسی کا اثر اس گریجوایٹ پارٹی پر تو ظاہر ہو ہی گیا ہے۔ جنہوں نے مذہبی تعلیم پاکر مذہب کو خیر باد کہدیا۔ اور وہ لوگ تو گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ تو اسکے جواب میں عرض کیا جاویگا۔ کہ ملک میں مذہبی تعلیم چھوڑ کر مغربی تعلیم پانے والے کسقدر ہیں؟ اور ان مٹھی بھر تعلیم یافتہ میں گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملانے والے کتنے ہیں؟ جن لوگوں نے ابھی ابھی ایجیٹیشن میں حصہ پارٹ لیا تھا کیا وہ مغربی تعلیم یافتہ نہ تھے۔ جس کا تدارک گورنمنٹ کو بہت سا روپیہ اور وقت خرچ کرکے کرنا پڑا۔

اس کا ستر اور حق یہ بات ہے۔ کہ گو اس ملک میں مذہبی تعلیم کو اٹھا کر مذہب کو ملیا میٹ کیا جاوے۔ اور کوئی بھی مغربی تعلیم یافتہ اپنے مذہب پر قائیم نہ رہے۔ مگر پھر بھی نیشنل جوش اور پارٹی فیلنگ کا اثر ان کے دماغوں دلوں سے ہرگز ہرگز کبھی دور نہ ہوگا وہ باوجود لا مذہب اور اتھیسٹ ہو جانیکے قومی حمیت وحمایت کا خیال دل سے نہ نکالینگے۔ اور جب کبھی موقعہ پائینگے رہی سہی قوم کا بول بالا چاہینگے۔ اور غیر قوم کی حکومت سے آزاد ہونا پسند کرینگے۔ اور اس کے وسائل بہم پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ لہذا ان کو منقاد اور رام کرنے کی تدبیر بجز اس کے کوئی اور نہیں ہے۔ کہ ان کو اپنی اپنی مذہبی تعلیم میں مدد دیجاوے۔ اور ان کے مذہب ہی کی ہدایات سے ان کو سیدھا رکھا جاوے۔ اور یہ سکھایا جاوے۔ کہ تمہارا مذہب ہی تمکو ہر ایک سلطنت کی (گو تمہارے مذہب سے مخالف کیوں نہ ہو) اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور اس کی بغاوت سے منع کرتا ہے (جیسا کہ مذہب اسلام کا حال ہے۔ جو اس مضمون میں بتایا گیا ہے) جو لوگ مذاہب کے اصول تعلیم سے واقف ہیں۔ وہ بخوبی واقف ہیں۔ کہ ملک میں امن اور دنیا میں حسن انتظام قائیم کرنے کا قوی اور موثر سبب جیسا کہ مذہب اور مذہبی اعتقاد اور مذہبی تعلیم ہے۔ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ نہ تلوار اور نہ زور حکومت اور نہ قوت بازو بشرطیکہ کسی مذہب

* اس شرط میں اور ایسا ہی عبارت اخبار وکیل منقولہ صفحہ ۹ کی اسی قسم کی شرط میں یہ اشارہ ہے۔ کہ رعایائے برٹش گورنمنٹ کے جس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ کی اطاعت کی ہدایت نہو۔ اس فرقہ یا مذہب کی تعلیم میں گورنمنٹ رعایا کو مدد نہ دے۔

ہمارے خیال میں ہندوستان کی رعایا میں زیادہ تر چار مذہب کے لوگ ہیں۔ ہندو مسلمان عیسائی یہودی۔ آخری دو مذہب کے حال سے گورنمنٹ خود واقف ہے۔ رہے دو قدیم مذاہب (ہندو اور مسلمان) سو ان کا حال ان دو گروہوں کے طریق عمل سے گورنمنٹ

کے احکام اور ہدایات اس قسم کے ہوں۔ جنسے امن قایم ہو سکے۔ اور ظلم کا قلع قمع (جیسا کہ مذہب اسلام کے احکام ہیں جنکا ایک نمونہ وہ حکم ہے۔ جو اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور صدہا احکام متعلقہ امن و انصاف ہمارے مضمون مذہب معاشرت میں بضمن جلد دوم اشاعۃ السنہ بیان ہو چکے ہیں) تلوار اور زور حکومت تو لوگوں کو دنیاوی مواخذہ سے ڈرا کر فرمان بردار سلطنت بنا کر دنیا میں امن قائیم کرتے ہیں۔ جنسے دوسرے کی حکومت میں پناہ لیکر یا قانونی تدبیر کو آڑ بنا کر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۳) پر واضح ہو چکا ہے۔ اور خاصکر اسلام کا حال اسلامی لیڈروں دین کے خادموں نے اپنی تصانیف میں ظاہر و مشتہر کر دیا ہے۔ جن میں سے اشاعۃ السنہ نے بہت سا پارٹ لیا ہے۔ مگر ہندوں میں سے ایک نئے فرقہ آریہ اور مسلمانوں میں سے ایک نئے فرقہ مرزائیہ کی بعض تصانیف میں ان دونوں نئے فرقوں کی تعلیم اطاعت گورنمنٹ میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ فرقہ آریہ کے لیڈر سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے فقرات ذیل یہی اشتباہ پیدا کر رہے ہیں۔:-

(۱) کشتری کو واجب ہے۔ کہ فاضل تر برہمن کی مانند عالم اور نیک تربیت سے بہرہ ور ہو کر اس تمام سلطنت کی حفاظت داد گستری ٹھیک طور پر کرنے (ستیارتھ پرکاش ع۱۵۷) طبع دوم

(۲) جملہ افواج کی سرکردگی اور فوجی افسروں پر شاہی اہتمام رکھنے کا منصب نیز سررشتہ تعزیر کے تمام کاموں کی افسری اور حادی برہمہ اور خداوند ہمہ رتبہ و سلطنت ان چاروں اقتداروں پر ایسے لوگوں کو جاگزین کرنا چاہئے۔ جو وید اور شاستر کے پورے ماہر عالم فاضل۔ ستودہ منش۔ غالب الحواس اخلاق حسنہ سے متصف ہوں یعنے سپہ سالار اعظم وزیر اعظم کار و بار عدالت کا افسر اعظم اور راجہ چاروں ماہر جملہ علوم ہونے چاہیں۔ (ستیارتھ پرکاش ع۱۶۲)

(۳) جاہل بے وقوف۔ ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرایض تبلائیں ان کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ بیوقوفوں کے بتلائے ہوئے فرائض کے مطابق جو لوگ عمل کرتے ہیں۔ انکے پیچھے سینکڑوں برائیاں لگ جاتی ہیں۔ اسلئے ودیا سبھا۔ دہرم سبھا۔ راج سبھاؤں میں بے وقوفوں کو کبھی بھرتی نہیں کرنا۔ ہمیشہ صاحب علم اور دہرم پر چلنے والوںکو مقرر کرنا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ع۱۶۳)

(۴) جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے۔ اس وید کی مذمت کرنیوالے منکر ذات برنگت (یعنی کہانیوالے کی جماعت) اور ملک سے نکال دینا چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش ع۶۲)

اور مرزائیہ فرقہ کے لیڈر مرزا غلام احمد کی کتاب دافع الوساوس کے صفحہ ۱۶ میں اس فقرہ میں اشتباہ پایا جاتا ہے۔ جب انسان خدا تعالے کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ تو اسکی ملک اصل مالک (خدا تعالے) کیطرف عود کرتی ہے۔ پہر اس مالک حقیقی کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو بتوسط رسل نافرمانوں کے مالوں کو تلف کرے۔ اور ان کی جانوں کو معرض عدم میں پہنچا دے۔ یا کسی رسول کے واسطہ سے یہ تجلی ظہری نازل کرے۔ ایک ہی بات ہے۔ ہر چند مرزا غلام احمد نے اپنی بہت سی تصانیف اردو انگریزی میں یہ مسئلہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ مسلمانان برٹش گورنمنٹ کو اس گورنمنٹ سے مخالفت لڑائی کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ جو دین اسلام میں جنگ و جہاد کا حکم وارد ہے۔

لوگوں کا بچ جانا بھی ممکن ہے چنانچہ ہم صاف مشاہدہ کرتے ہیں۔ کو بعض اشخاص گورنمنٹ انگلشیہ کی بغاوت اختیار کرکے سرحد یاغستان یا پانڈی چری میں پناہ گزین ہو جاتے اور صاف بچ جاتے ہیں۔ اور بہت لوگ اس سلطنت میں رہکر رعایا کا خون و کشت سرقہ اور زنا بجبر کرکے عدالت کے وکیلوں کو اپنی حمایت کے لئے کھڑا کرکے روپیہ خرچ کرکے جھوٹے گواہ بنا کر صاف بری ہو کر اسی سلطنت میں دندناتے پھرتے ہیں۔ اور مذہب اور احکام مذہب لوگوں کو اخروی مواخذہ سے ڈراتے ہیں۔ اسوجہ سے جو لوگ مذہب اور مواخذہ آخرت سے ڈرتے ہیں۔ وہ نقض امن سے دلی یقین کے ساتھ ڈرتے ہیں۔ اور نقض امن کرکے اپنے بچاؤ اور پناہ کی کوئی جگہ کوئی تدبیر بجز اسکے گو وہ نقض امن سے پرہیز گرین نہیں سمجھتے ÷

یہی وجہ ہے۔ کہ جن اقوام اور ملکوں میں مذہبی ہدایات پر یقین و ایمان رکھنے کے سبب بغاوت اور دیگر گناہوں (قتل چوری۔ زنا۔ خودکشی وغیرہ) کو برا سمجھا جاتا ہے۔ ان اقوام اور ملکوں میں اس قسم کے جرائم اس کثرت سے واقع نہیں ہوتے۔ جس کثرت سے ان اقوام اور ملکوں میں واقعہ ہوتے ہیں جنمیں مذہب کا اعتقاد اور مواخذہ اخروی کا یقین نہیں ہے۔ گو قوانین و آئین سلطنت اس قوم و ملک میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب و استحکام کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ÷

اسکی تمثیل میں ہم دو ملکوں اور انکی رعایا اقوام کو پیش کرتے ہیں۔ ایک ایشیا افغانستان وغیرہ دوسرا یوروپ انگلستان وغیرہ۔ افغانستان میں زنا۔ اور خودکشی برائے نام ہے یوروپ ان جرائم میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زنا تو وہاں عموماً جرم ہی نہیں۔ خودکشی کو قانون سلطنت نے جرم قرار دیا ہوا ہے۔ مگر اس کا وقوع اس کثرت سے ہوتا ہے۔ جسکی نظیر دوسرے ملکوں میں پائی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۴) وہ اب اسکے آنیسے منسوخ ہو گیا ہے۔ اور جہاد مطلق حرام ہے۔ مگر یہ عبارت جو ہمنے دافع الوساوس سے نقل کی ہے اسکی تمام تصانیف پر پانی پھیر رہی ہے۔ اور یہ بتا رہی ہے۔ کہ جو کچھ اس نے تصانیف مذکورہ میں بیان کیا ہے وہ صرف دھوکہ دہی اور ماہتی کے دانت ہیں۔ در حقیقت وہ ہر شخص کو اور ہر قوم یا سلطنت کو جو اسکے مذہبی خیالات کے مخالف ہو نافرمان جانتا ہے اور انکے مالوں اور جانوں کو تلف کرنا جائز سمجھتا ہے۔ ہمنے یہ بات مرزا کے مقابلہ میں اور اسکو مخاطب کرکے سول اینڈ ملٹری گزٹ ۱۹ جولائی ۱۹۰۸ء میں مشتہر کی تو مرزا نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا نہ اس اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ میں اور نہ کسی اپنے اخبار یا رسالہ میں جس سے صاف ثابت ہے کہ اس عبارت میں یقیناً وہ اشتباہ ہے اور جبتک کہ اس عبارت کو مرزا غلام احمد واپس نہ لے یا اسکا کوئی مطلب صحیح نہ بتا دے اسکی تعلیم اور وہ اور اسکے پیرواں محل اشتباہ میں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ مرزا اس عبارت کو واپس لے۔ مگر اس کا صحیح مطلب نہ بتا سکے اور اسکی تعلیم مطابق تمام سلطنتوں ۔

☆ مرزا تو مر گیا ہے۔ یہ کام اسکے جانشین کرینگے۔ تو اس اشتباہ کے الزام سے بری ہو نگے

جاتی۔

اس تفاوت کیوجہ یہی ہے۔ کہ ایشیا میں زنا و خودکشی کو بحکم مذہب اور بخوف مواخذہ آخرت برا سمجھا جاتا ہے۔ یوروپ میں اعتقاد مذہب کو لغو سمجھکر بحکم عقل ان جرائم کو جرم سمجھا جاتا ہے اور عقل ہمیشہ بدلتی رہی ہے۔ جس چیز کو ایک وقت میں بحکم عقل برا سمجھا جاتا ہے۔ وہی چیز دوسرے وقت میں بھلی معلوم ہونے لگ جاتی ہے۔ اور مذہب وہ لازوال یقین ہے۔ جسکے احکام و اصول میں (تاوقتیکہ مذہب کو ترک نہ کیا جاوے) تبدیلی واقعہ نہیں ہوتی۔

ہمارے اس بیان سے ثابت ہے۔ کہ حسن انتظام دنیاوی کے واسطے مذہب ایک قوی و موثر سبب ہے۔ اور مذہب کا قیام و بقا تعلیم مذہبی کے بغیر ناممکن ہے۔ گورنمنٹ نے جس خیال سے مذہبی تعلیم کو اپنے مجوزہ سکیم سے نکالا تھا اس خیال کا عکس اسکی مجوزہ تعلیم سے ظہور میں آیا۔ اور تعلیم یافتہ پارٹی ہی سے نقض امن اور گورنمنٹ کا خلاف ظہور میں آنے لگا۔

تعلیم مذہبی کے بغیر مغربی تعلیم کے اس نتیجہ کو آخر یوروپ کے دانا و مدبران سلطنت بھی سمجھ گئے ہیں کئی ویسرای اور لفٹنٹ گورنران اپنی درباری سپیچوں میں برملا صاف صاف فرما چکے ہیں کہ نئے تعلیم یافتہ نوجوان مذہبی اخلاقی تعلیم سے محروم رہنے کیوجہ سے نہ ماں باپ کا ادب کرتے ہیں۔ نہ سلطنت کا اور نہ اہل حقوق کے حقوق پہچانتے ہیں۔

اسوقت کے ویسرائے و گورنر جنرل کشور ہند لارڈ منٹو بالقابہ نے ۱۲ اپریل ۱۹۰۸ء کے اڈریس ٹرسٹیان علیگڈھ کالج کے جواب میں جو تقریر فرمائی ہے۔ اس میں مذہبی تعلیم مغربی تعلیم کیساتھ ملا دینے کو ایک استحسان کی نگاہ سے دیکھکر اس امر کو بانی کالج کی فتحمندی اور کامیابی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وہ اس خیال کو پورا کرنے میں جس کے لئے اس سختی سے لڑا فتحمند ہوا اس نے مغربی تعلیم اور اعلیٰ درجہ مذہبی خیالات کو ملا دیا میرے خیال میں انہوں نے اس تعلیم کا اصل راز دریافت کیا جسکی ہندوستان کو ضرورت ہے۔ (ان الفاظ کو غور سے دیکھو) انہوں نے اس خطرہ کو صاف طور پر شاہدہ کیا۔ جو نئی نسلوں کو ہلاک کر دیتا۔ اگر وہ سطحی طور پر مغربی تعلیم کو حاصل کرتے اور روحانی رہنمائی کو جسپر ان کے اسلاف نے دارومدار رکھا تھا چھوڑ بیٹھتے (ان الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) اور ضبط نفس اور ایثار جیسی صفات سے جنکا ہر ایک مذہب متقاضی ہے کورے ہوتے۔ اور کوئی مذہبی تعلیم نصب العین۔ اور مدنظر نہ رکھتے (ان

الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) ان تمام خطرات کو دور کرنیکے لئے انہوں نے تعلیم رائجہ کے طریقے کو مذہبی تعلیم کے قائیم کیا۔ جو نتائج کے لحاظ سے نہایت کامیاب رہا (ان الفاظ کو بھی غور سے دیکھو) اس تقریر کے لفظ لفظ میں مذہبی تعلیم کی تحسین اور تائید پائی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے لئے اسکی ضرورت اور اسکے چھوڑ دینے سے انکی ہلاکت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ یہی خیال اسوقت یوروپ کے تمام مدبروں اور یونیورسٹیوں اور اخباروں میں پھیلتا جاتا ہے۔ اور مذہبی تعلیم کو مغربی تعلیم سے علیحدہ کرنے پر انکو افسوس اور ندامت پیدا ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک لایق ہمعصر ایڈیٹر اخبار وکیل نے اپنے پرچہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۳ء میں لکھا ہے

"مذہبی تعلیم

یونیورسٹی کانوکیشنوں اور ولایتی اخباروں میں اب ملک کے موجودہ تعلیمی طریقہ پر جو نکتہ چینیاں ہوتی ہیں۔ ان سے اس جدائی پر روشنی پڑتی ہے۔ جو مذہبی اور دنیوی تعلیم میں پائی جاتی ہے۔ لارڈ منٹو نے خود اس نکتہ حق کی اصابت کو تسلیم کیا ہے۔ اگرچہ ہزایکسلنسی نے اسپر نہایت محفوظ طریقہ سے بحث کی ہے۔ تاہم انہوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ ان کوششوں کو مسرت سے دیکھیگی جو مذہبی اور دنیوی تعلیم کو ملانے میں کیجائینگی۔ ہندوستان کے لئے ایک نیشنل یونیورسٹی کا خیال جو ہندوستانیوں کے زیر انتظام ہو غور کے قابل ہے۔ مسز اے بی بسنٹ نے بنارس میں جس تعلیمی کام کی بنیاد ڈالی ہے۔ اسکو خاص کامیابی ہوئی۔ مسز بسنٹ نے ولایت میں مسٹر مارلی کے ہی اپنی تحریک کا تذکرہ کیا۔ خود یوروپ کے مدبرین اور اکثر فرمانروا مذہبی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ قیصر جرمنی نے مدبرین جرمنی کے سامنے ایک بسیط لکچر میں لوگوں کو مذہب کی پابندی پر توجہ دلائی۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے۔ کہ اخلاقی محاسن محض مذہب ہی پیدا کرتا ہے۔ بشرطیکہ مذہب میں معقولیت ہو۔ یوروپ نے اپنے مذہب کو یونیورسٹیوں سے خارج کر کے تمدنی ترقی کی بنیاد ڈالنے کو ضروری سمجھا۔ اور اس میں وہ مجبور ہے۔ کیونکہ مذہب پر قائیم رہکر اسکے لئے ترقی کرنا نہایت مشکل ہو جاتا۔ برعکس اسکے اگر مسلمانوں کو دیکھا جاوے۔ تو بغیر مذہب کے ایک انچ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ پس سخت ضرورت ہے۔ اس امر کی کہ مسلمان یوروپ کی اس ندامت سے جو مذہب سے اغماض کرنے میں انہیں اٹھانی پڑی۔ فایدہ اٹھا دیں۔"

ان ہی خیالات و مقالات مدبرین یوروپ اور ارکان سلطنت نے ہمکو جرأت دلائی ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ کی حضور میں مودبانہ عرض کریں۔ کہ مغربی تعلیم سے مذہبی تعلیم کو نکال دینے میں گورنمنٹ کو غلطی ہوئی ہے۔ اور ملک میں آزادی اور بدامنی پھیلنے کی بڑی قوی وجہ یہی مغربی تعلیم کی اشاعت اور مذہبی تعلیم سے غفلت ہے۔

ہر چند اب اس عام سیل اور پر زور طوفان کا روکنا گورنمنٹ کے اختیار سے باہر ہو گیا ہے گورنمنٹ نہ تو موجودہ مغربی تعلیم کو روک سکتی ہے۔ اور نہ خیال نیوٹرلٹی اور ان مالی مشکلات کیوجہ سے جو کمیشن تعلیم نے گورنمنٹ کو دکہائی ہیں۔ مذہبی تعلیم کو سکولوں کالجوں میں داخل کر سکتی ہے۔

تاہم گورنمنٹ کی طاقت و اختیار سے یہ امر باہر نہیں۔ کہ وہ مثل مشہور مفت کرم داشتن پر عمل کرکے بلا خرچ کرنے ایک پیسہ بلکہ ایک کوڑی کے اور بلا تفرقہ و امتیاز مذہبی ہر ایک مذہب کی (جو اطاعت و عدم بغاوت سلطنت اور اعتقاد جزا و سزا آخرت کی ہدایت کرتا ہو) تعلیم میں اپنی رعایا کو مدد دے۔ اور اسکی ترغیب کے لئے ایسے وسایل اور طریق اختیار کرے جس سے رعایا کو خود بخود مذہبی تعلیم کی رغبت اور شوق پیدا ہو جائے۔ اس مفت اور بلا صرف اور نیوٹرلٹی کو قایم رکھنے والی مدد کی کئی صورتیں ہیں۔ جو نہایت خیر خواہی کی نظر سے اور کمال ادب کے ساتھ عرض کیجاتی ہیں۔ سب سے مقدم اور پہلی یہ صورت ہے۔ کہ وہ طالب علموں کو بلا ضرورت و بلا فایدہ معتد بہ (لایق اعتبار) بلکہ عبث اور لغو تعلیم سے سبکدوش کرکے انکو مذہبی تعلیم پانے کے لئے وقت عطا کرے۔ یہ ایک بڑی بھاری مدد ہے۔ جسمیں گورنمنٹ کا کچھہ صرف نہیں ہوتا۔ اور طالب علموں کا بہت کچھہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ بنانا چاہیں۔

وقت طلباء کو ضایع کرنے والی تعلیمات میں سے ایک تو ڈرل اور جمناسٹک ہے۔ جس سے طالب علموں کو کرکٹ فٹ بال سے بڑھکر ریاضت کا فایدہ نہیں۔ اور جسمانی نقصان یہ ہوتے ہیں۔ کہ کسیکی کلائی ٹوٹ جاتی ہے کسیکا سر پھٹ جاتا ہے بٹالہ کے مشن سکول میں ایک لڑکا اس ڈرل کے سبب مر گیا تہا۔ وہ سر کے بل گرا اور ہلاک ہوا۔ اور لڑکوں کے وقت کا ضایع ہونا اس سب نقصانوں سے بڑھکر ہے دوسری تعلیم پرائمری جماعتوں کے پورے۔ اور رسیوں کے جہکو۔ کاغذوں کے ڈبے بنانے سکہانا۔ اور رنگ برنگ کے کاغذوں کو کاٹکر پھول بنانا جسکو کنڈر گارٹن کہتے ہیں۔ اور جانوروں کتے بلیوں وغیرہ کی تصویریں بنانا۔ اور بلا تعلیم اصول نقشہ کشی نقشوں کی نقلیں اتارنا سکہانا اور دیواروں پر آویزاں کرنے کیلئے نقشوں اور مساحت کی شکلوں پر رنگ برنگ کے کاغذ کاٹکر لگانا۔ ان کاموں میں لڑکوں کا بہت وقت ضایع ہوتا ہے

اور کوئی فن بھی ان کاموں سے ان کو حاصل نہیں ہوتا نہ بوریا بافی نہ نقشہ نویسی نہ نقاشی نہ مصوری نہ گلکاری جس سے وہ مدرسہ سے نکلکر ٹکڑا کما کھائیں - اور ان کاموں میں جسقدر وقت ان کا ضایع ہوتا ہے - اسکا کوئی بدل ان کو نہیں ملتا - ؛

تیسری تعلیم مڈل کی جماعتوں سے اعلےٰ جماعتوں تک جغرافیہ اور ہسٹری کی قدر ضرورت سے زائد کی تعلیم ہے جن طالب علموں کو سکول یا کالج سے نکلکر بجز ملازمت دفتر کے کوئی ایسا کام (جہازرانی - یا سیاحت یا وسیع ممالک غیر کی تجارت یا جنگی ملازمت یا اخبار عہ کی اڈیٹ ایڈیٹری جس میں جغرافیہ یا ہسٹری سے مدد لی) کرنیکی ضرورت نہیں پڑتی انکے لئے ان علوم میں اپنے عمر کا ایک حصہ صرف کرنا اپنی اوقات کو محض ضایع اور برباد کرنا ہوتا ہے - جس کا ان کو کوئی بدل نہیں ملتا - ؛

گورنمنٹ ہماری ان معروضات کیطرف توجہ کرکے ان فضول تعلیمات کی زائد حصہ سے ان کو سبکدوش کردیگی تو ان طالبعلمونکو جو مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں - مذہبی تعلیم پانے کیلئے مددگار ہنچائیگی اور صفت احسان کے مرہون منت بنائیگی

دوسری صورت یہ کہ ڈرل ماسٹروں کو موقوف کرکے انکی تنخواہ سے انہیں مدرسونکی (جو سکول و کالجوں میں عربی پڑہانے پر مقرر ہیں) تنخواہوں میں اضافہ کرکے گورنمنٹ اجازت دے - کہ جو طالب علم ہندو یا مسلمان مذہبی تعلیم کا شایق ہو - اسکو سکولوں اور کالجونکے پہلے گہنٹہ میں جیسا کہ کمیشن تعلیم کے بعض شہادتوں میں تجویز پیش کی گئی تھی - مذہبی تعلیم دیں - اور جن سکولونمیں کوئی ڈرل ماسٹر ملازم نہ ہو - انمیں انہیں مدرسوں کو بلا اضافہ تنخواہ مذہبی تعلیم کی اجازت ملجاوے - اور اگر سوائے مدرسین سکول و کالج کے ہندو یا مسلمان اپنے اپنے مذاہب کی تعلیم کے واسطے اپنی طرف سے مدرسہ میں استاد بہیجکر پہلے گہنٹہ میں مذہبی تعلیم دلانا چاہیں - تو انکو بھی گورنمنٹ اجازت دیوے ان دونوں قسم کی اجازت سے امید ہے - کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں میں ہندو مسلمانونکی مذہبی تعلیم جاری ہو جائیگی - اور گورنمنٹ کی ایک کوڑی خرچ نہ ہوگی - اور نہ گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی فوت ہوگی - بلکہ وہ قایم و بحال رہیگی - ؛

اب رہے عیسائی سو پہلے ہی مشنری سکولوں کالجوں میں مذہبی تعلیم پاتے ہیں - اور معہذا ان سکولوں کالجوں کو گورنمنٹ اور کمیٹیوں کی طرف سے ایڈ (مدد) ملتی ہے - ؛

تیسری صورت یہ ہے کہ مذہبی تعلیم میں کامیاب اور پاس ہونے والے طالب علم کو کچھ نمبر بھی گورنمنٹ کے حکم سے تجویز ہو کر دئے جاویں - جو سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے واسطے اسکے کام آویں - اور جو طالب علم ...... سرکاری تعلیم میں کامیاب ہونیکے ساتھ مذہبی تعلیم میں بھی پاس ہو اسکی ڈگری یا ڈپلوما میں ایسے اعزازی الفاظ بڑہائے جاویں - جس سے محض موجودہ تعلیم حاصل کرنے والونپر اسکو عزت اور فوقیت حاصل ہو

چوتھی صورت یہ ہے کہ جو لوگ علمی ڈگریوں کے ساتھ مذہبی ڈگریاں بھی پاویں - وہ ملازمت سرکاری

میں بھی ان لوگون سے مقدم کئے جاویں۔ جو مذہبی تعلیم سے خالی اور عاری ہوں پانچوین صورت اس سے بڑھکر اور ہمارے خیال میں ہے۔ مگر اسکے بیان کا ہنوز وقت و موقعہ نہیں۔ پہلے ان چار صورتوں میں کوئی صورت گورنمنٹ اختیار کرے۔ تو اس پانچوین کے بیان کا موقعہ بھی نکل آوے ؛؛

ان چارون صورتون کی ترغیب سے ملک میں مذہبی تعلیم پھیل جائیگی۔ جس سے مذہب کی بنا قائم ہوگی۔ اور تعلیم یافتہ لوگونمین مذہبی پابندی پیدا ہوگی۔ اور بیجا آزادی کم ہوگی۔ اور ملک میں امن و آسائش جو تعلیم مذہبی اور مذہب کا لازمی نتیجہ ہے۔ قائیم ہوگی :-

یہ پولٹیکل ایجیٹیشن اور ملک میں بے امنی پھیلنے کے ایک سبب اور اسکے علاج و ازالہ کے صورتون کا بیان ہے۔ اسکے علاوہ اس ایجیٹیشن کے اسباب اور بھی ہیں جنمیں سے بعض اسباب کا بیان ضروری اور خیرخواہی گورنمنٹ اور ملک کا لازمہ ہے۔ اسلیے ہم گورنمنٹ سے اسکے بیان کی اجازت چاہتے ہیں :-

ازانجملہ دوسرا سبب گورنمنٹ کا پولٹیکل مجلسوں سوسائیٹیوں کمیٹیوں اور ملکی اخبارون کو ٹوچ (حد سے زیادہ) آزادی دینا ہے۔ کہ وہ جسقدر چاہیں۔ اپنی مجلسون میں گورنمنٹ کو برا کہیں۔ اخباروں میں برے الفاظ گورنمنٹ کی نسبت استعمال کریں۔ اگر گورنمنٹ پہلے ہی مثل مشہور ؎ گربہ را بروز اول باید کشت ؛ پر عمل کرتی۔ اور ان مجلسوں اخباروں کو اسقدر آزادی ندیتی۔ تو اس ایجیٹیشن کی نوبت نہ آتی۔ اور نہ گورنمنٹ کو ان تدابیر کی جو پیچھے کر عمل میں آئی ہیں۔ (کہ کسیکو جیلخانہ بھیجدیا۔ کسیکو عبور دریا شور کا مزہ چکھایا) ضرورت نہ پڑتی۔ گذشتہ را صلوات آئیندہ ہی احتیاط عمل میں آوے۔ اور آزادی کو حد جواز میں محدود کیا جاوے :-

تیسرا سبب سرکاری ملازمت خصوصاً فوجی حصہ میں جوش پھیلانیوالی قوم (ہندوؤں سکھوں) کو بڑھانا اور انکے مقابلہ میں پس ماندہ قوم مسلمانوں کو ان کی تعداد مردم شماری کی نسبت سے بھی حصہ کم دینا اگر فوجی پیدل میں مسلمانونکی تعداد سکھوں کے برابر ہوتی۔ تو بعض ایجیٹیٹروں کو اپنی لیکچرون سپیچوں میں اس فخر کرنے کا موقعہ نہ ملتا۔ کہ میرے ساتھہ اسوقت اتنے ہزار فوجی سکھ ہیں سب مجھے کوئی ہاتھہ ہتھکڑی ڈالکر دیکھے تو سہی۔ کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔ اور نہ دوسرے ایجیٹیٹروں کو اپنی دولت اور ملازمت کے گھمنڈ پر مسلمانونکی عدم شمولیت سے استغنا ہوتا۔ ہندو ایجیٹیٹر اعلے درجہ کی ملازمت اور اسوجہ سے کثرت مال و دولت کیوجہ سے یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ مسلمان چیز ہی کیا ہیں۔ گیا پدی اور کیا پدی کا شوربا ہمکو انکی عدم شمولیت کی پروا کیا ہے :-

ہرچند ایک مدت سے بنگال اور پنجاب میں مسلمانونکے ساتھہ سرکاری ملازمت میں واجبی مساوات عمل میں لانے کی گورنمنٹ ہدایت کررہی ہے ولیکن بحکم ع ولیکن قلم درکف دشمن است ؛ ایکزکٹو پارٹی (عمل اختیار والے) لوگونمیں زیادہ ہندو صاحبان ہیں۔ جو اختیارات ملازمت میں پہلے سے حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔

لہذا وہ قاعدہ مساواۃ پر عمل ہونے نہیں دیتے۔ اور جہانتک انکابس چلتا ہے۔ وہ ملازمت کے پلیٹ فارم پر مسلمانونکو قدم بھی رکھنے نہیں دیتے۔ گورنمنٹ اس جوش کو ہمیشہ کیلئے فرد کرنا چاہتی ہے۔ تو وہ دو حریف قوموں میں سے ایک کو دوسرے پر اس کمپٹیشن (میدان) میں بڑھنے نہ دے۔ اب تو مسلمان بھی تعلیم میں اس مقدار سے جسمین وہ ملازمت کا مساوی حصہ لینے کے مستحق ہوں۔ کم نہیں ہیں۔؛

چوتہا سبب عوام دیسیوں اور خواص جنٹلمین دیسیوں کے ساتھہ قانون اور عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ کو مرعی نہ رکھنا۔؛

قانونی برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی اس مقام میں ایک ایسی مثال ذکر کیجاتی ہے۔ جسکے ثبوت کے واسطے اسکی طرف توجہ کرنیکی وقت گورنمنٹ کو زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔؛

ریلوے قانوں میں تہرڈ کلاس اور انٹرمیڈیٹ وغیرہ گاڑیوں میں جو قانون تعداد مسافرونکا مقرر ہے۔ اس سے خاصتہً یورپین (صاحب لوگ) فایدہ اٹھاتے ہیں۔ جس کمپاڈمینٹ (کمرے) میں صاحب بہادر بیٹھے ہوں۔ اسمیں قانونی تعداد کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کمپاڈمنٹ یورپین کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔ کوئی یورپین اسمیں نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ انکی خاطر خالی رکھا جاتا ہے۔ اور اسمیں کوئی دیسی سوار ہونا نہیں پاتا۔ اور جس کمپاڈمنٹ (کمرہ) میں دیسی سوار ہوں۔ اسمین ایک کی جگہ چار دس کیجگہ پندرہ بیس بہر دیئے جاتے ہیں۔؛

بارہا اتفاق ہوا ہے۔ کہ ہمنے انٹرمیڈیٹ کا تو ٹکٹ لیا پہر ہجوم مسافرونکی وجہ سے انٹرمیڈیٹ کو چہوڑ کر کوئی اتفاق سے کم ہجوم والے تہرڈ کلاس میں سفر کیا اور پہر ڈسٹرکٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ کے دفتر سے انٹر کا زاید محصول واپس لیا۔؛

عام اخلاق کے برتاؤ میں مساواۃ نہ ہونیکی بہی ایسی ہی ایک مثال ذکر کیجاتی ہے۔ اکثر دیسی جنٹلمین بعض یورپین حکام کے پاس ملاقات کیواسطے جاتے ہیں تو وزٹ کارڈ (ملاقاتی ٹکٹ) صاحب کے پاس بہیج کر گہنٹوں انکی کوٹہی کے باہر سائیلوں یا مستغیثونکی مانند بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر کسی نے اردلی کو کچھ روپیہ یا اٹھہ آنے دیدیا۔ تو کرسی ملگئی ورنہ درختونکے سائے کے تلے کپڑے بچہا کر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور آخر کسی کو دو ۲ تین ۳ گہنٹہ کے بعد کبھی یہ حکم اور جواب ملتا ہے۔ کہ صاحب بہادر کو آج فرصت نہین۔ اور کسی کو اسقدر بھی جواب نہیں پاتا۔ گہنٹو بیٹھہ بیٹھہ کر ملاقات سے مایوس ہو کر واپس چلا جاتا ہے۔ یہ برتاؤ غالباً صاحب کمشنر سے نیچے درجہ کے حکام کا ہے۔ اس سے اعلے درجہ کے افسر و حکام اس سے مستثنے ہیں۔ جہانتک ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔؛

یہ قانونی اور اخلاقی نامساوات دیکھکر عموماً لوگوں کی زبان پر یہ مقولہ جاری ہے۔ کہ قانون سرکاری صاحب لوگوں کے واسطے ہے۔ نہ دیسیوں کے واسطے۔ اور اس سے حاکم او محکوم میں ایسی محبت جیسی کہ ہونی چاہئے۔ قائیم نہیں رہتی۔ اور نے تحریک مخالفت سے باہم وحشت و نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔:

پانچواں سبب جو اس ایجٹیشن کا قریب سبب ہو گیا ہے۔ ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۰ء کو منسوخ کر کے اسجگہ دوسرا ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۰ء پبلک کی عام رائے کے اختلاف کے ساتھہ پاس کر دینا۔ اور رعایا پر ٹکسوں اور بعض جرمانوں کے معاملہ میں اضافہ کرنا ہے۔ یہ امر بھی عموماً رعایا اور خصوصاً بے زبان اور غریب فرقہ زمینداروں پر جو حکم و ہدایت نمبر ۴ قسم دوم سے واقف نہیں ہوتے۔ سخت ناگوار اور شاق ہوا۔

ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۰ء میں کچھہ تو رعایا کی غلط فہمی ہوئی۔ اور کچھہ واقعی ناگوار زیادتی اور تبدیلی ہوئی جسکو ایک سابق فرمانروائی پنجاب نے باوجود علم اسبات کے کہ پبلک کو اس ایکٹ سے سخت اختلاف ہے۔ اور تعلیم یافتہ ایجیٹیٹر اس اختلاف کو بڑہا رہے ہیں۔ اور جلتی آگ اختلاف پر تیل ڈال رہے ہیں۔ جلدی سے پاس کر دیا۔ اور ایک سخت اور ڈبل غلطی کا ارتکاب کیا۔ جسکا نتیجہ جو نکلا سو نکلا مگر خدا تعالی کا شکر ہے۔ کہ اس غلطی کی اصلاح جلد ہو گئی اس فرمانروا کے جانشین نے عنان حکومت پنجاب اپنی ہاتھہ میں لیتے ہی اپنے پریڈیسسر کے غلطی کا عمدہ تدارک کیا۔ پہلے تو زمینداروں کی حالت زار اور مصیبت طاعون اور قلت بارش کیطرف نظر لطف و احسان فرما کر اس اضافہ معاملہ کو جس سے وہ شکستہ دل ہو رہے تھے معاف کر دیا ہے۔ اور نو آبادی میں فصل خریف کو نقصان پہنچنے کے سبب نصف معاملہ معاف کر دیا اور پندرہ سولہ لاکھہ روپیہ کا احسان رعایا پر کر کے انکو اپنا مرہون منت بنا لیا۔:

پھر اس وحشت خیز ناراضی انگیز ایکٹ نمبر ۳ سنہ ۱۹۰۰ء کو باوجود پاس ہو جانیکے پبلک میں مشتہر کر کے انکو اظہار ناراضی کا موقعہ دیا۔ اور گورنمنٹ ہند کو اس ایکٹ کے التواء کا مشورہ یا موقعہ دیدیا۔ اور گورنمنٹ ہند نے کمال دوراندیشی سے اور رعیت پروری سے اس ایکٹ کے نفاذ کو ملتوی فرمایا۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ (وزیر ہند) نے ایک عام مجلس کی اسپیچ میں بھی اس ایکٹ کی نسبت اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جو غالباً ملک معظم قیصر ہند کے رضا و ایما سے ہوگا۔ ان احسانات متواترہ گورنمنٹ پر ملک پنجاب کی رعایا۔ ملک معظم۔ اور سکرٹری اوف سٹیٹ اور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ پنجاب کی دل و زبان سے شکر گذار ہوئی۔ اور ہمیشہ اس احسان کے شکر گذار رہیگی۔:

سبب پنجم اور پہلے اسباب کے بیان سے ہمارا مقصود اس امر کا اظہار اور سفارش ہے۔ کہ گورنمنٹ احکام و قوانین جاری کرینگے وقت اپنی رعایا کے ملک و حالات و خیالات کو ہمیشہ مد نظر رکھا کرے۔ اور اصول و ہدایات اسلام منقولہ بالا کو پیش نظر رکھکر مسلمان رعایا کو خصوصیت کے ساتھہ اپنے احکام مجوزہ کا فرمانبردار تسلیم کر کے اپنی نظر عنایت رکھے اور عموماً رعایا کی دلجوئی مراعات کرنے میں ایک بہانے پولٹیشن مسلم استاد کے اشعار ذیل کو اپنا دستور العمل بنا رکھے۔ شعر